عصر حاضر میں عدم رواداری کے فروغ کے مذہبی اسباب

The religious factors of growing intolerance in modern age

ساجد الرحمان[i]

Abstract

Islam, being a religion of peace, tolerance and justice has defininitly banned all the causes of social disintegration. Moreover, it has warned its followers to discourage any step that causes the anarchy and differentiation in social system. From the sacred life of the Holy Prohet P.B.U.H. it is evident that he always showed tolerance patience, endure and courage and even he pardoned his personal enemies.

The modern age has been in the grip of sever confilicts produced on the base of minor and secondry leve religious issues, which has paved the path to fight and misconception.

In this article we have tried to explore the causes of intolerance and its solution in light of the teaching of Sharia which will be a favorable research effort.

***Key words**: Islam, Peace, Tolerance, Modern age*

کائنات میں انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے بلکہ پوری کائنات میں اس کو کائنات کے مخدوم کی حیثیت دی ہے۔ پوری عالم میں انسان ہونے کی بناء پر تمام انسانوں کے کچھ مسائل مشترک ہیں۔ جیسا کہ معروف سکالر محمد عمارہ کے اس قول سے واضح ہوتا ہے:

ومن الضرورية لقيام عمران الاجتماع الانسانى الامن وهى الحفاظة على الدين والعقل والنسب والعرض والمال[1]

[i] پی ایچ ڈی سکالر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پشاور یونیورسٹی

"انسانی معاشرہ میں قیام امن کے لیے ضروری احکامات میں سے دین، نفس، عقل، نسب،
عزت اور مال کی حفاظت انتہائی ضروری ہے۔"

گویا انسانی معاشرہ میں جتنے بھی لوگ رہتے ہیں ان کے پُرامن زندگی کا دار و مدار ان پانچ امور کی محافظت پر ہے۔ اگر اُن میں کسی ایک کو بھی نقصان پہنچتا ہے تو پھر انسانی معاشرے میں قیام امن ناممکن ہے۔ بلکہ عدمِ رواداری کے فضاء کو فروغ ملتا ہے۔

یہ ساری ضروریات بلا رنگ و نسل قوم وطن سب کے ساتھ وابستہ ہیں، اسی سے انسانی زندگی عبارت ہے۔ ان امور کی عدم حفاظت کی صورت میں عدم رواداری کے اسباب رونما ہوتے ہیں۔

انفرادی سطح پر جب افراد عدم رواداری کا شکار ہوتے ہیں تو دوسروں کے حقوق کا خیال نہیں رکھا جا سکتا بلکہ ہر طرح کے ظلم وزیادتی کو روا رکھا جاتا ہے چنانچہ آپس میں فتنہ وفساد اور جنگ و جدال کا آغاز ہو جاتا ہے، نتیجتاً بات قتل و مقاتلہ اور خاندانوں کے مٹنے تک پہنچ جاتی ہے اور یہ فساد اور دشمنی کئی خاندانوں تک چلتی رہتی ہے۔

اجتماعی سطح پر عدم رواداری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مختلف قسم کے گروہ اور فرقے بن جاتے ہیں۔ کچھ خاندان اور قبیلے نسلی تفوق کے زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں، کچھ لسانی بنیادوں پر اپنے آپ کو بہتر سمجھنے لگتے ہیں، اور کچھ جغرافیائی حدود کو عدم رواداری کی وجہ سے اپنے اعلیٰ وافضل ہونے کا سبب گردانتے ہیں اور کچھ مذہبی و مسلکی بنیادوں پر اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہوئے دوسروں کو حقیر اور کمتر گردانتے ہیں، نتیجتاً قومی اور بین الاقوامی سطح پر فتنہ وفساد کا آغاز ہو جاتا ہے۔

دنیا میں مختلف نظریات رکھنے والے لوگ بستے ہیں جن میں اختلافی مسائل کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کا رواج افزوں ہے اور یہی عدم رواداری کی فضا ہی دراصل سماجی بگاڑ کا باعث بن چکا ہے۔ جہاں تک مذاہب و ادیان سے وابستگی کا تعلق ہے دنیا میں تقریباً تمام لوگ اس دین و مذہب پر ہوتے ہیں جو ان کے والدین کا ہوتا ہے۔ مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی، بدھ مت کے پیرو اور یہودی اس کلیے سے کہیں پر بھی مستثنیٰ نہیں۔ تاہم ننانوے فیصد سے زیادہ لوگ وہ ہیں جو اپنے ماں باپ کے

دین پر باقی رہتے ہیں۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بالعموم لوگ دین اور دھرم پڑھ لکھ کر اور سوچ پرکھ کر اختیار نہیں کرتے بلکہ آبائی تقلید کی بنیاد پر اپنائے ہوئے ہوتے ہیں اور اس سے جذباتی وابستگی رکھتے ہیں۔ان کی خواہش ہوتی ہے کہ انہیں اس سلسلے میں خود کو تو ہر قسم کی آزادی حاصل ہو اور دوسروں پر بندش ہو۔

ہر شخص اپنی رائے کو درست بھی سمجھتا ہے ۔ہر کوئی اپنے عقیدے پر آزادی کے ساتھ قائم رہنا چاہتا ہے اور اپنے عقیدے کو برحق بھی جانتا ہے بلکہ اس رائے اور عقیدے کی تبلیغ بھی کرنا چاہتا ہے، یہاں تک تو بات ٹھیک ہے لیکن جونہی یہ کہا جائے کہ یہ آزادی دوسروں کو بھی دیں، دوسروں کو بھی رائے اور عقیدے کی آزادی دیں تو اس مرحلے پر آکر ہم مشکل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں سوچتے کہ آخر ہم نے بھی تو دوسرے کی رائے اور عقیدے کے خلاف رائے اور عقیدہ اختیار کر رکھا ہے، جب ہم اس پر کاربند رہنے کی آزادی چاہتے ہیں تو دوسروں کو یہی آزادی کیوں نہیں دیتے۔اس حوالے سے ایک بڑی خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی زبردستی اپنی رائے دوسروں پر ٹھونسنے لگتا ہے۔اختلاف رائے ضروری ہے لیکن اسے دلیل کے ساتھ اور برداشت و رواداری کے ساتھ ہونا چاہیے۔

مذہبی اختلاف سبب عدم رواداری

معاشرے میں مذہبی اختلاف کی بناء پر عدم برداشت کے واقعات برپا ہو جاتے ہیں پھر یہی واقعات معاشرتی بگاڑ کا باعث بن جاتے ہیں کیونکہ معاشرے میں عدم رواداری ہی بدامنی کا باعث بن جاتا ہے۔

مذہبی اختلاف اور عدم رواداری کے باعث معاشرہ میں بگاڑ برپا ہو جاتے ہیں۔

شاہ ولی اللہؒ کے بقول :

الفساد فی اهل المدنية فيما بينهم علی وجوه احدها تفريق الكلمة فی الدين ولان الفرقة تفضی غالبا الی مشاجرات ومخاصمات هی اصل فسادها[2]

"سماج میں بگاڑ کی ایک عظیم وجہ یہ ہے کہ ان کے آپس میں کوئی ظاہری مذہبی اختلاف ہو، ان اختلاف سے عموماً جھگڑے بگاڑ بلکہ کشت وخون تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔"

مذہبی اختلافات کی دو صورتیں ہیں۔ اختلاف بین المذاہب، مثلاً دنیا میں مختلف ادیان کا آپس میں اختلاف عدم برداشت جو کہ عدم رواداری کی بدولت جنگ وجدل کی صورت اختیار کرلیتا ہے اور اس سے سماجی زندگی میں فسادات برپا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کسی ایک ہی مذہب کے پیروکار کسی فروعی اختلاف کی بدولت جنگ وجدل کا راستہ اختیار کر کے بگاڑ پیدا کرتے ہیں تو اس کو اختلاف فی المسالک کہتے ہیں جو معاشرتی زندگی میں عدم برداشت کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ عدم برداشت ہی آخر کار معاشرتی بدامنی پر منتج ہو جاتا ہے۔

ذیل میں مختصراً سامی مذاہب (یہودیت، عیسائیت اور اسلام) کے باہمی اختلافات کے بدولت رونما ہونے والے عدم رواداری کے اسباب کا جائزہ لیں گے۔ جو سماجی بدامنی کا باعث بن جاتے ہیں اور اس اختلاف سے معاشرتی امن کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔ گویا مذہبی اختلاف دراصل ربانی نظام کی حکم عدولی ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے سماجی زندگی کی راہ میں حائل تمام وہ ذرائع جو باعث بدامنی تھے کے روک تھام میں اپنے دعوت وتبلیغ کا آغاز فرمایا ہے اور اپنی زندگی بدامنی کے روک تھام اور امن کے قیام کے لیے وقف فرمائی تھیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے سماجی زندگی کی راہ میں حائل ذرائع جو کہ سببِ بگاڑ تھے آپؑ نے دعوت کا آغاز فرمایا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ[3]

"بلاشبہ ہم نے حضرت نوحؑ کو پیغمبر بنا کر اس کی قوم کی طرف بھیجا تو نوح علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔"

یہودیوں اور مسیحیوں کا آپس میں مذہبی اختلاف

یہود اور عیسائی اکثر ایک دوسرے کے خلاف رہے اور مذہبی اختلافات میں حد سے گزر کر معاشرتی بدامنی کا واضح نمونہ بن گئے اور ان میں مذہبی اختلاف نے بدامنی کی صورت اختیار کرلی۔ اس بارے میں مشہور سکالر ابوالحسن علی ندویؒ کچھ یوں رقمطراز ہیں:

"چھٹی صدی کے آخر میں یہودیوں اور عیسائیوں کی باہم رقابت و منافرت اس حد تک پہنچ گئی کہ ان میں سے کوئی دوسرے فریق کو ذلیل کرنے اور اس سے اپنی قوم کا انتقام لینے اور مفتوح کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے۔ ۶۱۰ء میں یہودیوں نے انطاکیہ میں عیسائیوں کے خلاف بلوہ کیا، شہنشاہ (Phocas) نے ان کی سرکوبی کے لیے مشہور فوجی افسر ابنوسوس(Bonosus) کو بھیجا، اس نے پوری یہودی آبادی کا اس طرح خاتمہ کیا کہ ہزاروں کو تلوار سے سینکڑوں کو دریا میں غرق کرکے، آگ میں جلا کر اور درندوں کے سامنے ڈال کر ہلاک کر دیا۔ ۶۱۵ء میں جب ایرانیوں نے شام کو فتح کیا، تو یہود ہی کے مشورہ و ترغیب سے خسرو نے عیسائیوں پر وحشیانہ مظالم کئے اور بیشتر عیسائیوں کو تہ تیغ کیا، ایرانیوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد ہرقل (Haraclus) نے زخم خوردہ عیسائیوں کے مشورہ سے ۶۳۰ء میں یہودیوں سے سخت انتقام لیا اور ان کا اس طرح قتل عام کیا کہ رومی مملکت میں صرف وہ یہودی بچ سکے جو ملک چھوڑ کر چلے گئے یا کہیں چھپے رہے[4]۔"

مذکورہ یہودی و عیسائی اختلافات کا ذکر قرآن پاک میں مذکور ہے :

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ وَ قَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ وَّ هُمْ یَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ یَحْکُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا کَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ[5]

"اور یہود نے کہا نصاریٰ کسی دین پر نہیں اور نصاریٰ نے کہا یہودی کسی دین پر نہیں حالانکہ یہ سب اپنی اپنی کتابیں پڑھتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی جو بے علم ہیں یعنی مشرکین عرب ان ہی کی سی بات کہنے لگے سو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان تمام امور میں ان کا فیصلہ کردے گا جن کے متعلق یہ آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔"

قرآن کریم نے یہود و نصاریٰ کی مذہبی اختلاف و بگاڑ بڑے جامع انداز سے ذکر فرمایا ہے اور ان کے زمین میں بگاڑ اور معاشرتی بدامنی کے سبب اور انتہا پسندی کی وجہ سے قتل انبیاء علیہم السلام تک کے مرتکب ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے:

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ[6]

"یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ احکام خداوندی کا انکار کرتے تھے اور ناحق جانتے ہوئے پیغمبروں کو قتل کر دیا کرتے تھے۔"

یہ اختلاف بین المذاہب کی وجہ سے تو نہیں ہوا تھا بلکہ یہ تو یہود کے بعض پیروکاروں کی ہٹ دھرمی تعنت اور ضد کی وجہ سے ہوا تھا۔ یہی بگاڑ دراصل عدم رواداری ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کے بدولت معاشرتی امن کی غارت گری کا ذکر قرآن پاک میں بار بار ملتا ہے:

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدالنَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّ هُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ وَ مَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ[7]

"خندقوں والے ہلاک کئے گئے جو خندقیں ایندھن والی آگ تھیں جس وقت وہ خندق والے اس آگ کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو خود اپنے سامنے دیکھ رہے تھے اور ان خندق والوں نے اس مسلمانوں میں بجز اس کے اور کوئی عیب نہیں پایا تھا کہ وہ اللہ تعالی پر ایمان لائے تھے جو بڑا زبردست اور جملہ صفات سے متصف ہے۔"

تفسیر ابن کثیر میں مذہبی عدم برداشت کا مذکورہ واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے[8]۔

مذہبی اقدار اور اصول میں کم علمی، نافہمی اور افراط عدم رواداری کا سبب بنا ہے، محض ادیان کے فرق کی وجہ سے کبھی بھی معاشرہ میں بگاڑ نہیں آسکتا۔ جب کہ اسلام کی تعلیمات ایسی نہیں ہیں کہ ان میں مدمقابل اور مدمخالف کی رائے اور عقیدہ کا خیال نہیں رکھا گیا ہے، اسلام نے تو دشمن کے ظلم کا جواب بھی عدم رواداری سے نہیں دیا ہے بلکہ اس میں بھی رواداری کا دامن تھامنے کو ترجیح دی ہے۔

قرآن پاک نے وضاحت کے ساتھ بتایا ہے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب سچا تھا لیکن مرور زمانہ کے ساتھ اس میں بدعتیں شامل ہو گئیں اور یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو بدلا گیا۔ غرض آپ ﷺ کے تشریف آوری سے قبل نجران میں عیسائیت (اصل تعلیمات حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا دور دورہ تھا، جو ذوالنواس یہودی نے لشکر لے کر ان پر چڑھائی کی اور غالب آنے کے بعد ان سے کہا: یا تو یہودیت قبول کر لو یا موت،

انہوں نے قتل ہونا منظور کیا۔اس نے خندقیں کھدوا کر آگ سے پر کر کے ان کو جلادیا۔بعضوں کو قتل بھی کیا، بعضوں کے ہاتھ پاؤں اور ناک کان کاٹ دیے، تقریباً بیس ہزار عیسائیوں کو اس سرکش نے قتل کیا۔

اقدار میں ہٹ دھرمی اور افراط کی بناء پر لاکھوں لوگوں کو لقمہ اجل ہونا پڑااور انسانی سماج میں قتل وقتال کے ذریعہ ان کو فساد کانشانہ بنایا گیا۔اسی طرح خود یہودیوں نے کئی کئی انبیاء کرام علیہم السلام کو مذہبی اختلافات کے بنیاد پر شہید کر دیا۔

ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللهِ وَ یَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ[9]

"یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ احکام خداوندی کاانکار کرتے تھےاور ناحق جانتے ہوئے پیغمبروں کو قتل کردیا کرتے تھے۔"

اسی مذہبی اختلاف میں افراط کی بنیاد پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش کر کے سماجی عدم رواداری کا کھلم کھلاارتکاب کیا۔

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللهِ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ ٰلکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَیْهِ وَ کَانَ اللهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا[10]

"اور نیز ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کردیا جو اللہ تعالیٰ کا رسول تھا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ نہ تو یہود نے ان کو قتل کیااور نہ ان کو سولی دی بلکہ ان پر واقعہ کی حقیقت مشتبہ ہوگئی اور جو لوگ یعنی یہود ونصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں وہ دراصل اس کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ان اختلاف کرنے والوں کے پاس سوائے تخمینی باتوں کی پیروی کرنے کے اور کوئی صحیح علم نہیں ہے اور یہود نے یقینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت اور بڑی حکمت کا مالک ہے۔"

اختلاف بین المسالک اور مذہبی عدم رواداری

کسی بھی مذہب کے ماننے والے اگر اس میں اختلافات کی راہ لے کر بگاڑ شروع کردیں تو

اس سے بھی سماج میں بدامنی پھیل جاتی ہے۔ یہاں سامی مذاہب کے تناظر سے جائزہ لیں گے کہ اختلاف بین المسالک کو بھی کئی ادوار میں سبب فساد بنا کر معاشرتی زندگی کے امن کو تہس نہس کیا گیا۔

مسیحی مسلکی اختلاف

مسیحیت میں مسلکی اختلاف کی تفصیل سید سلیمان ندویؒ نے کچھ اس طرح سے بیان کی ہے:

> "اور وہ لوگ جنہوں نے عیسائیت قبول کر لیا ہے وہ بھی باپ بیٹا، روح القدس اور مریم کی خدائی کے معتقد تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام و روح القدس کی شخصیت اور مرتبہ کی تعین نے بیسیوں فرقے پیدا کر دیئے تھے جن میں زبانی مناظروں سے گذر کر جنگ وجدل کی نوبت آگئی تھی۔ یہاں تک کہ ۵۱۴ء میں خود عیسائیوں کے دو گروہوں کے درمیان ایک عظیم الشان مذہبی جنگ چھڑ گئی جس میں ۶۵۰۰۰ عیسائیوں کو خارج البلد ہونا پڑا، اس جنگ عظیم کے علاوہ ہمہ وقت ہر فریق دوسرے فریق کے خون کا پیاسا رہا کرتا تھا اور ہنوز چھوٹی چھوٹی باتوں پر کشت وخون کی نوبت آجاتی[11]۔"

302-303ء کے موسم سرما میں بعض پلٹونوں کے عیسائی سپاہیوں نے ان مذہبی رسوم میں شریک ہونے سے انکار کر دیا جو دیوتاؤں کی پوجا کرنے اور انہیں بھینٹ دینے کے لیے زمانہ سے چلی آتی تھیں۔ اس بغاوت کے نتیجہ میں فوج اور مذہبی جماعت میں شدید ٹکراو ہوا، جس سے فریقین کے کافی آدمی لقمہ اجل بن گئے۔

> *The church of Nicomedia was razed to the ground: in retaliation the imperial palace was set on fire, an edict was openly insulted and torn down. The Christian officers in the army were cashiered, in all directions, martyrdoms and massacres were taking place. So resisless was the march of events that not even the emperor himself could stop the persecution[12].*

> "نکومیڈیا کے گرجے کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ اس کا جواب مسیحی جماعت نے یہ دیا کہ قیصر کے محل کو آگ لگا دی۔ ایک شاہی فرمان کی اعلانیہ توہین کی اور اسے پرزے پرزے کر ڈالا، مسیحی افسران فوج اور ملازمت سے برطرف کئے گئے۔ قتل عام کی نوبت یہاں تک

پہنچ گئی کہ ہر طرف خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ واقعات کی سیل اجرار کا بہاؤ اس قدر زبردست تھا کہ قیصر بھی اس کی روک تھام نہ کر سکا۔"

سر جان ولیم ڈر پیر نے مسیحیت میں مذہبی عدم رواداری اور اس کے نتیجے میں اس وقت کی سماجی ابتری کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے۔ سینٹ سامیرل اسکندریہ میں مذہبی پادری تھے اور بڑے ہر دلعزیز تھے، انہوں نے اپنی شہرت کی راہ میں ایک عورت حائل پاکر اس کا جو حشر کیا، اس کا ذکر کچھ یوں تھا۔

"As Hypatia repaired to her academy, She was assaulted by cyril's mob-a mob of many monks, stripped naked in the street, she was dragged into a church, and there killed by the club of peter The Reader. The corpse was cut to pieces, The flesh was scraped from the bones with shells, and the remanants cast into a fire[13]. "

"ایک دن ہائی پیشیا مدرسہ کو جا رہی تھی کہ سائیرل کی امت کے ایک گروہ کثیر الانفار یعنی بہت سے پادریوں نے اسے آگھیرا۔ ان سب نے مل کر بیچ بازار اس کے کپڑے نوچ کھسوٹ ڈالے۔ اسے بالکل برہنہ کر دیا اور پھر کھینچتے گھسیٹتے ہوئے ایک گرجا میں لے گئے جہاں عصائے پطرس کی متواتر ضربوں سے اس کا سر توڑا گیا۔ اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ گوشت و پست کی سیپوں سے چھیلا گیا اور ہڈیاں آگ میں جھونک دی گئیں۔"

کیتھولک اور پراٹسٹنٹ کا مذہبی عدم رواداری اور بگاڑ

مولانا ظفر علی خان اس بارے میں کچھ یوں رقمطراز ہیں:

"مسیحیت کے اندرون مذہبی اختلافات جو کہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے آپس میں اختلافات معاشرہ کو عدم رواداری سے بدامنی کا باعث بنا دیا۔ عیسائیت میں اندرون مذہبی اختلافات کی بنا پر کیتھولک اور پراٹسٹنٹ نے انسانی معاشرہ کو عدم رواداری کا باعث بنا دیا۔ اس عدم رواداری کے نتیجے میں بدامنی کے باعث لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن گئے۔ یہ قتل عام جو ڈیڑھ ہفتے تک جاری رہا اور جس میں پچاس ہزار پروٹسٹنٹ مارے گئے۔ ۲۴ اگست ۱۵۷۲ء کی شام کو شروع جو ایک مسیحی بزرگ سینٹ ''برتھالومیو'' کے عرس کی تاریخ ہے، اس زمانہ میں چارلس نہم فرانس کا بادشاہ تھا لیکن حکومت کی باگ اصل میں اس کی ماں

ملکہ کھیترائن ڈریسی کے ہاتھ میں تھی۔ جو تعصب کی پتلی اور جبر وبدعنوانی کی زندہ تصویر تھی۔ کیتھولک فریق نے کھیترائن کی شہ پاکر یہ منصوبہ گانٹھا کہ پروٹسٹنوں کے سرداروں کو جمع کر کے قتل عام کر دیا جائے اور اس کے بعد ان کے ساتھیوں کا قلع قمع کیا جائے۔ اس منصوبہ کو بروئے کار لانے کے لیے طرح طرح کے جوڑ توڑ کیے گئے کھیترائن اپنی بیٹی کی شادی نیویر کے فرمان رواشاہ ہنری سے جو پروٹسٹنٹ تھا، کرنے پر رضامند ہوگئی اور شادی کی تقریب پر تمام بڑے بڑے پروٹسٹنٹ اور امراو داعیان کو دعوت دی گئی۔ جب یہ سب پیرس میں جمع ہوگئے تو آدھی رات کے وقت شاہی محل سے گھنٹی بجی اس کا مطلب یہ تھا کہ قتل عام شروع ہو۔ چنانچہ کیتھولک تلواریں لے کر اٹھے اور جس پروٹسٹنٹ کو جہاں پایا ذبح کر ڈالا۔ کشت وخون کا یہ ہنگامہ پیرس تک ہی محدود نہ تھا بلکہ مملکت فرانس میں جہاں جہاں پراٹسٹنٹ موجود تھے لکڑی کی طرح کاٹ ڈالے گئے۔ پاپائے گریگوری سیزدہم اس وقت جلوہ افروز مسند قدس وعصمت تھے۔ اس قتل عام کی خبر جب آپ کو پہنچی تو آپ نے سجدہ شکر ادا کیا اور گرجا میں جا کر شکرانہ کی نماز پڑھی اور اس مبارک واقعہ کی یادگار میں ایک تمغہ تیار کرایا جو مومنین پاک یعنی قاتلوں کو عطا فرمایا گیا۔[14]"

یہی اختلافات عدم برداشت سے آگے بڑھ کر قتل عام کی صورت اختیار کر گئے۔ یہ وہ مسلکی اختلافات تھے جس نے انسانی معاشرہ میں فساد پھیلا کر خون کی ندیاں بہائیں۔ اسی طرح کے اندرونی فسادات انسانی معاشرہ میں بدامنی کا باعث بن جاتے ہیں۔ سر جان ڈریپر نے اس واقعہ پر یوں تبصرہ کیا ہے:

All Europe, Catholic and Protestant, was horror stricken at the Huguenot massacre of St. Bartholomew's Eve (A.D 1572) for perfidy and atrocity it has no equal of the world[15].

"واقعہ سینٹ برتھالومیو (1572ء) نے جس میں فرانسیسی پروٹسٹنٹوں کا قتل عام ہوا۔ یورپ بھر کو مبہوت وسراسیمہ کر دیا اور کیا پراٹسٹنٹ کیا رومن کیتھولک سب کے جسم پر رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ غدارانہ بدعہدی اور وحشیانہ خونریزی کے لحاظ سے یہ واقعہ تاریخ عالم میں اپنی مثال آپ ہے۔"

عیسائیوں کے مذہبی اختلافات نے معاشرہ میں بدامنی کے بے تحاشا مظاہرے کیے، مذہبی اور مسلکی اختلافات کی وجہ سے معاشرتی امن کا جنازہ نکالا، اسی طرح کے مذہبی و مسلکی اختلافات کا خاکہ ایڈورڈ گبن نے تاریخ میں کچھ یوں کھینچا۔

Through the veil of fiction and declamation we may clearly perceive, that the Catholics, more specially under the reign of Hunneric, endured the most cruel and ignominious treatment respectable citizens, noble matrons, and consecrated virgins, were stripped naked, and raised in the air by pulleys, with a weight suspended at their feet. In this painful attitude their naked bodies were torn with scourges, of burnt in the most tender parts with red-hot plates of iron. The amputation of the ears, the nose, the tongue, and the right-hand, was inflicted by the Arians; and although the precise number cannot be defined, it is evident that many persons, among whom a bishop and a proconsul may be named, were entitled to the crown of martyrdom[16].

"تخیل اور حقائق کے جذباتی اظہار کو پرکھتے ہوئے ہم واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں کہ کیتھولک مذاہب والوں نے خاص طور پر (ہوں رک) کے دور حکومت میں نہایت سکت اور ذلت آمیز سلوک سہا، معزز شہریوں، باوقار بڑی عمر کی خواتین اور دوشیزاوں کو ہوا میں ننگا لٹکا دیا جاتا تھا۔ جب کہ ان کے پاؤں کے ساتھ وزنی پتھر باندھے ہوتے تھے اس تکلیف وہ رویہ کے ساتھ ان کے ننگے جسموں پر کچوکے لگائے جاتے تھے، یا ان کے جسم کے نہایت نازک حصوں کو لوہے کی گرم سلاخوں سے داغا جاتا تھا۔ آریہ لوگ کان، ناک، زبان اور داہنے ہاتھ کاٹ کر انہیں تکلیف پہنچاتے تھے اور اگرچہ ان ظلم سہنے والوں کا صحیح اعداد و شمار معلوم نہیں کیا جاسکتا، یہ واضح ہے کہ ان لوگوں میں پادری اور چرچ کے بڑے عہدیدار بھی شامل تھے جن کو "جام شہادت" نوش کرنے پڑے۔"

انسانی سماج میں جتنے عدم رواداری کے واقعات مسلکی اختلافات کی بنیاد پر رونما ہوئے، قبل از اسلام یہودیت اور عیسائیت کے مذہبی اختلافات ہوں یا مسلکی اختلافات اس سے انسانی سماج بُری طرح متاثر ہوا۔ ان اختلافات نے قتل خون ریزی اور وحشیانہ مظالم کے ایسی مثالیں قائم کیں کہ اسے سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان مذہبی اور مسلکی اختلافات نے لاکھوں لوگوں کو لقمہ اجل بنایا۔ زندہ لوگوں کو آگ میں ڈال کر بھونا گیا، بر سر عام انسانوں کو ننگا کر کے موت کے گھاٹ اتارا۔ یعنی اُن کے مارنے کے بعد اُن کی شکلوں کو مسخ کر ڈالا اور کبھی کبھار قتل عام سے بھی دریغ نہیں کیا گیا۔ اس قتل عام میں مرد عورت بچے، جوان تو کیا بوڑھے بھی قتل کر دیئے گئے اور اس قتل عام کو مذہب کا لبادہ بھی پہنایا گیا۔

جہاں تک پاکستان میں مسلکی اختلافات اور عدم رواداری کا تعلق ہے تو چونکہ پاکستان ایک اسلامی جمہوری مملکت ہے، عوام میں دین سے گہری وابستگی موجود ہے اور ہر شخص کسی نہ کسی مسلک یا دینی جماعت سے جڑا ہوا ہے۔ مختلف مسالک اور مکاتب فکر کے ہوتے ہوئے چند فروعی یا علمی مسائل میں اختلاف ایک ناگزیر چیز ہے تاہم جس طرح مذہبی اختلاف وتشتت سماجی فساد کا باعث ہے اسی طرح مسلکی اختلاف بھی معاشرتی بدامنی کا سبب ہے، اس سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

> وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ[17]
>
> "اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے باوجود اس کے کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے تھے پھر انہوں نے آپس میں تفریق پیدا کی اور باہم اختلاف کرنے لگے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے اس دن بڑا عذاب ہے۔"

یقیناً قرآن پاک نے تفرقہ بازی کو فساد فی الارض قرار دیا ہے اور انسانی معاشرے میں عدم رواداری کا سب سے بڑا ذریعہ گردانا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ[18]

"آپ فرمایئے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا کوئی عذاب تمہارے پاؤں کے نیچے سے برپا کر دے یا تم کو کئی فرقے کر کے بھڑا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھادے۔"

یہاں پر قرآن پاک نے فرقہ بازی کو تمام فسادات سے عظیم تر قرار دیا ہے اور یہ کہ آپس کی فرقہ بازی فساد کی جڑ ہے۔

قرآن کریم میں مذہبی اختلاف کی روک تھام برائے فروغ رواداری اور قیام امن

قرآن کریم نے وضاحت کے ساتھ مذہبی اختلافات (اختلاف بین المذاہب) کو معاشرتی بدامنی کا سبب قرار دیا ہے اور اس کا سد باب کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ[19]

"آپ اہل کتاب سے کہہ دیجئے اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آو جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں مشترک ہے وہ یہ کہ سوائے خدا تعالی کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اللہ تعالی کے سوا ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے پھر اگر وہ لوگ اس دعوت سے روگردانی کریں تو تم لوگ ان سے کہہ دو کہ تم اس بات پر گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے تمام ادیانِ سماویہ کا مصدری مرکز ایک ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ تمام انبیائے کرام آپس میں علاتی بھائی ہیں کہ ان کی مائیں مختلف ہیں تاہم اصل (دین) ایک ہی ہے۔

قرآن کریم نے بے جا مسلکی تعصب کو فساد قرار دے کر اس سے چھٹکارے کا حکم صادر فرمایا ہے کیونکہ ہمارا ایسا عمل دشمنی کا باعث بن کر انسانی معاشرے کے نظام امن اور رواداری کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتا ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ[20]

"اور تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور جدا جدا نہ ہو جاو اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو جو تمہارے اوپر اس نے کیا ہے یاد رکھو جبکہ تم آپس میں ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے پھر اس نے تمہارے قلوب میں الفت پیدا کر دی سو تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم لوگ آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو اس گھڑھے سے بچالیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے دلائل صاف واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ تم لوگ راہ پر قائم رہو۔"

خلاصہ بحث

قرآن کریم نے معاشرہ میں بدامنی اور اس کے اسباب کے حوالہ سے مذہب کو تفریق و تشتت کا ذریعہ بنانے والوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور یہ ہدایت کی ہے کہ اس طرح کے اختلافات سے بچا جائے تاکہ انسانی سماج کو پرامن رکھا جاسکے۔

آپ ﷺ نے انسانی سماج میں مسلکی و مذہبی اختلافات کو سبب بدامنی قرار دیا ہے اور آپ ﷺ نے بار بار اس سے منع فرمایا کہ امت محمد ﷺ فرقوں میں بٹ جائے۔ آپ ﷺ نے فساد کے سبب کو ناگزیر قرار دیتے ہوئے یہ اندیشہ ظاہر فرما کر مسلمانوں کو خبردار کیا کہ میری امت افتراق میں پڑ کر کہیں معاشرتی بگاڑ کا باعث نہ بنے۔ یہ بگاڑ مزید عدم برداشت اور عدم رواداری کے خطرناک ماحول پیدا کرنے میں مدد دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے مزید وضاحت کچھ اس طرح کی ہے:

افترقت اليهود على إحدى أو ثنتين وسبعين فرقة، وتفرقت النصارى على إحدى أو ثنتين وسبعين فرقة، وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين فرقة[21]

"یہودی اور نصاریٰ ۷۱ یا ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔"

آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں اسلام کے پیروکاروں کو اتحاد و اتفاق، عدل و انصاف اور مساوات کی لڑی میں پرو کر بے جا مسلکی تعصبات سے بچنے کی تلقین فرمائی، اس لئے ہمارا فرض بنتا ہے

کہ خالص علمی نوعیت کے اختلافی مسائل(جن کا اعتقاد و عمل سے کوئی خاص تعلق نہ ہو اور نہ ہی ان پر آخرت کی نجات و سزا کا مدار ہو) کو عوام تک یا تو لایا ہی نہ جائے اور اگر اس کی از حد ضرورت ہو تو اس کی اختلافی خصوصیات پر زور نہ دیا جائے یعنی اگر مسئلہ کے بیان کی ضرورت پیش آئے تو قدر مشترک پیش کر کے اس کی تفصیلات اور اختلافی خصوصیات پر زور نہ دیا جائے بلکہ عوام کو ان گہری خصوصیات میں پڑنے سے روکا جائے تو کم از کم عوام میں سے یہ نزاعی صورت میں ختم ہو جائیں گی جو مضر ثابت ہو رہی ہیں پھر اگر زعماء کی حد تک تفاصیل میں کچھ اختلاف باقی رہ جائے جس کا عوام سے کوئی تعلق نہ ہو تو گروپ بندی کے مضر اثرات ختم ہو جائیں گے۔

حواشی وحوالہ جات

1 محمد عمارہ، الاسلام والامن الاجتماعی: ۲۳، دار الشرق، بیروت، ۱۹۹۸ء

2 شاہ ولی، قطب الدین، احمد، البدر البازغہ: ۷۷، ۸۷، مطبوعات المجلس العلمی، برقی پریس بجنور (یوپی) ۱۳۵۴ھ

3 سورہ الاعراف ۷: ۵۹

4 ندوی، ابوالحسن، علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر: ۴۷، ۴۸، مجلس نشریات اسلام، کراچی ۱۹۷۹ء

5 سورہ البقرہ ۲: ۱۱۳

6 سورہ آل عمران ۳: ۱۱۲

7 سورہ البروج ۸۵: ۴- ۸

8 ابن کثیر، ابو الفدا، اسماعیل ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم زیر عنوان البروج ۸۵: ۱-۸، دار طیبۃ للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء

9 سورہ آل عمران ۳: ۱۱۲

10 سورہ النساء ۴: ۱۵۷-۱۵۸

11 شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ ۴: ۲۰۹-۲۱۰، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۷۵ء

12 *Dpaper (John William) History of the Conflict between Religion and science kegn paul, trench & co. paternoster Square. London 1885 p. 38,39 19th edition.*

13 نفس مصدر ۵۵

14 ظفر علی خان، معرکہ مذہب وسائنس: ۲۹۳- ۲۹۶، مطبوعہ رفاہ عام رستم پریس لاہور، ۱۹۱۰ء

15 Darper (Jan William) conflict between religion and science p:214.

16 Edward Gibbon. Decline and Fall of the Roman Empire, J.M. Dent & Son LTD. Aldin house, 33, wel-belbeck Street London 1981, V. 4, p.31, 32.

17سورہ آل عمران ۳: ۱۰۵

18سورہ الانعام ۳: ۶۵

19سورہ آل عمران ۳: ۶۴

20سورہ آل عمران ۳: ۱۰۳

21 ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب شرح السنۃ، حدیث (۴۵۹۴) دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض المملکۃ العربیہ السعودیہ، ۱۹۹۹ء